برطانیہ کار کارروان میں منتقل ہو رہا ہے؟؟؟

تحریر: سہیل احمد لون

برطانیہ کی معاشیات میں سیاحت اور تدریسی اداروں کا بہت اہم کردار ہے۔ برطانیہ میں اعلیٰ تعلیم حاصل کرنا دنیا کے کسی بھی خطے کا باشندہ فخر محسوس کرتا ہے۔ یہی وجہ ہے کسی بھی یونیورسٹی میں بیرون ممالک سے آئے طالب علموں کی ایک کثیر تعداد موجود ہوتی ہے۔ گزشتہ چند برسوں میں ٹیوشن فیس تین گنا بڑھنے کے باوجود بیرون ممالک سے آ کر تعلیم حاصل کرنے والوں میں کوئی خاص کمی نہیں آئی۔ برطانیہ کا دارلحکومت لندن بیرون ممالک سے آئے طالب علموں کے لیے بہت پرکشش ہوتا ہے۔ مشرقی یورپین ممالک کے یورپین یونین میں شمولیت کے بعد برطانیہ میں خصوصاً لندن میں غیر ملکی باشندوں کی تعداد سبک رفتاری سے بڑھتی جا رہی ہے۔ جس کی وجہ سے مکانوں کی مانگ میں شدید اضافہ ہونے کی وجہ سے مکانوں کے کرائے اور قیمتیں آسمانوں سے باتیں کر رہی ہیں۔ موجودہ حالات میں وطن عزیز سمیت دیگر مشرقی ایشائی ممالک کے متوسط گھرانوں کے بچوں کے لیے یہاں آ کر تعلیم حاصل کرنا ناممکن حد تک دشوار ہو چکا ہے۔ نئے قوانین کے مطابق بیرون ممالک سے آئے طالب علموں کو کام کرنے کے موقع تقریباً ختم کر دیے گئے ہیں۔ اگر کوئی طالب علم کام کر کے اپنی تعلیم پر آنے والے اخرجات پورے کرنے کے لیے کام تلاش بھی کر لے تو اسے بہت کم گھنٹے کام کرنے کی اجازت دی جاتی ہے۔

گزشتہ برس سپین کا ایک نوجوان طالب علم Lucas de Haro Pishoudt لندن میں کنگسٹن یونیورسٹی میں Cyber-security , computer forensics business میں اپنی ڈگری مکمل کرنے آیا۔ یونیورسٹی کے ہاسٹل میں اس نے 125 پاونڈ فی ہفتہ کے حساب سے ایک کمرہ کرائے پر لیا۔ اگر وہ پرائیویٹ سٹوڈیو روم لیتا تو اس کا کرایہ دوگنا ہوتا۔ فرسٹ ائیر کے اختتام پر اس کو تقریباً آٹھ ہزار پاؤنڈز کرائے اور پانچ ہزار پاؤنڈز کھانے پینے پر خرچ ہو چکے تھے۔ اس کے باوجود اس پر یونیورسٹی کے تقریباً دو ہزار بقایا جات بھی تھے۔ گرمیوں کی چھٹیاں اپنے دیس گزارنے جا رہا تھا تو یونیوسٹی نے اس کے ہاتھ میں ایک وارننگ لیٹر تھما دیا کہ اگر اس نے سیکنڈ ائیر کی ٹرم شروع ہونے تک بقایا جات ادا نہ کیے تو اس پر قانونی کارروائی عمل میں لائی جائے گی اور دوسرے سال کے لیے کلاس میں بیٹھنے کی اجازت اس وقت تک نہیں دی جائے گی جب تک وہ بقایا جات ادا نہ کرے۔ لندن میں دوران تعلیم کوئی کام نہ ملنے کی وجہ سے اسے سپین سے اپنے والدین سے پیسے منگوانا پڑتے تھے۔ جو وہ فرسٹ ائیر پاس کرنے کے بعد گرمیوں کی چھٹیوں میں سپین واپس گیا تو اس نے وہاں کام کرنا شروع کر دیا تا کہ پڑھائی پر آنے والے اخرجات کے لیے کچھ رقم کا بندوبست ہو سکے۔ مگر وہ سب سے زیادہ پریشان لندن میں رہائش پر آنے والے اخراجات کے لیے تھا۔ اس کے ذہن میں ایک انوکھے آئیڈیا نے جنم لیا۔ اس نے ایک پرانی کار اور اس کے ساتھ ایک کارروان خریدا۔ کارروان میں اس نے کچن، باتھ، بیڈ، کرسی، میز اور بجلی کے لیے سولر پینلز لگوائے۔ اس کے بعد وہ بذریعہ کار سپین سے لندن آ گیا اپنے ساتھ کار کے پیچھے کارروان بھی لے آیا۔ لندن بمعہ کار اور کارروان آنے تک اس کے تین ہزار

پاؤنڈز خرچ ہو چکے تھے۔ یونیورسٹی کے نزدیک ایک گلی میں اس نے کارروان کو پارک کر دیا اور ایک نئے انداز سے چار پہیوں والی سواری میں گھر جیسا ماحول بنا کر زندگی کا سفر شروع کر دیا۔ مگر اس میں سب سے زیادہ دشواری اس وقت آئی جب اس کے کاروان کو کوئی بھی اپنے گھر، دکان یا ریسٹورنٹ کے سامنے کھڑے کرنے کا اجازت نہ دیتا۔ وہ خانہ بدوش کی طرح روزانہ گلیاں بدلتا رہتا۔ اس نے کارروان کے دروازے پر ایک نوٹس لکھ کر لگا دیا کہ میں یہاں زیادہ دن پارک نہیں کروں گا بلکہ آپ کے کہنے کے بغیر ایک دن بعد کسی اور جگہ منتقل ہو جاؤں گا۔ ایک رات ہلکی بارش میں اس کے کارروان کے دروازے پر کسی نے دستک دی تو وہ اپنے آپ سے ہم کلام ہو کر کہتا ہے کہ اتنی رات کو بارش کے باوجود مجھے کسی اور جگہ جانے کہ کہنے کون آ گیا؟ جب دروازہ کھولا تو ایک نوجوان لڑکا کھڑا مسکرا رہا تھا۔ Lucas نے اسے کہا کہ میری کار مکینک کے پاس ہے کیونکہ میں نے پریشانی کے عالم میں اس میں پٹرول کی بجائے ڈیزل ڈال دیا تھا اب میں کل گاڑی لاؤں گا تو کارروان کسی اور جگہ لے جاؤں گا۔ اس لڑکے نے کہا کہ میں دروازے پر لگے نوٹس کی وجہ سے تمھارے پاس آیا ہوں اور تمھاری مدد کرنا چاہتا ہوں۔ اس نے Lucas کو اپنے گھر کے سامنے کارروان اور کار پارک کرنے کی اجازت دے اور ساتھ اسے اپنی construction company میں پارٹ ٹائم جاب بھی دے دی۔ کارروان کو فری بجلی اور پانی کا کنکشن بھی دے دیا۔

Lucas اب بہت خوش ہے کیونکہ لندن جیسے مہنگے شہر میں وہ صرف دو سو پاؤنڈز میں کارروان میں گزارا کر رہا ہے۔ کنگسٹن یونیورسٹی کے پانچ کیمپس ہیں جن میں بیس ہزار سے زیادہ طالب علم ہیں۔ کنگسٹن یونیورسٹی لندن کو یہ اعزاز حاصل ہے کہ یہاں غیر ملکی طالب علموں کی تعداد کسی بھی یونیوسٹی سے زیادہ ہے۔ اسی وجہ سے طالب علموں کو رہائش کے معاملے میں کافی دشواری پیش آتی ہے۔ رہائش کا مسئلہ طالب علموں کو ہی نہیں بلکہ لندن میں بسنے والے ہر دوسرے شخص کا ہے۔ گزشتہ بیس برس سے جس رفتار سے لندن میں آبادی کا تناسب بڑھا ہے اس طرح یہاں پر رہائشی سکیمیں نہیں بنائی گئیں۔ جرمنی میں 90 کی دہائی میں بوسنیا سے آنے والے لاکھوں مہاجرین کو پناہ دی اس کے لیے جرمن گورنمنٹ نے بڑی تیزی سے دیوقامت عمارتیں تعمیر کیں تاکہ رہائش ملک میں مکانوں کا مسئلہ پیدا نہ ہو۔ اس وقت بھی جرمنی میں لاکھوں شامی پناہ گزین آئے ہیں مگر جرمنی میں مکانوں کی قلت نہیں ہوئی یہی وجہ ہے وہاں کرائے اور مکانوں کی قیمتیں مناسب ہیں۔ برطانیہ نے گزشتہ بیس برس میں ہاؤسنگ اینڈ ڈیولپمنٹ کا کوئی خاص کام نہیں کیا۔ اگر حال یہی رہا تو Lucas کی طرح لوگ خانہ بدوشوں کی طرح کارروان میں رہنا شروع کر سکتے ہیں۔ اب لندن میں میئر کے انتخابات ہونے والے ہیں جس میں لیبر پارٹی کے صادق خان ایک مضبوط امیدوار کے طور پر سامنے آئے ہیں۔ صادق خان نے اپنے منشور میں ہاؤسنگ کو ٹاپ پر رکھا ہے، اب دیکھنا یہ ہے کہ صادق خان اگر میئر منتخب ہو جاتے ہیں تو وہ ہاؤسنگ کرائسس سے کیسے نبٹتے ہیں؟ لندن میں بڑھتی ہوئی ٹریفک کے باوجود انڈر پاس اور فلائی اوور بنانے کا کوئی منصوبہ نظر نہیں آیا، ریل گاڑی کے موجد ہونے کے باوجود بلٹ ٹرین بنانے کا ارادہ کبھی ظاہر نہیں کیا۔ اگر خادم اعلی ایک بار لندن کے میئر منتخب ہو جائیں تو کم از کم لندن کی سڑکیں کشادہ ہو جائیں، پلوں کا جال بچھ جائے، ملک ریاض جیسا عوامی خیر خواہ ادھر آ جائے تو ہاؤسنگ سکیمیں بنا کر مکانوں کی قلت دور کر دیتا۔ میئر منتخب ہونے کے بعد اگر صادق خان کی ایک میٹنگ ملک ریاض اور خادم اعلی سے کروا دی جائے تو کسی شہری کو کارروان میں رہنے کی ضرورت پیش نہیں آئے گی، اگر کوئی سیاح تفریح کی غرض سے کارروان اور

کارلیکرلندن آجائے تواس کوپارکنگ کے لیے کھلی سڑکیں نصیب ہوسکیں گی۔اب دیکھنایہ ہے کہ آنے والا نیالندن کامیئرہاؤسنگ کے ان کرائسس سے کیسے نبرآزماہوتا ہے؟ مگریہ دیکھنے میں آگیا ہے کہ وہ برطانیہ جس کاسورج غروب نہیں ہوتا تھااور جس کے شہریوں اور کالونیوں میں اتنی وسعت تھی کہ اُس کاسورج غروب نہیں ہوتا تھااب سکڑ کرایک خانہ بدوش کے کیمپ میں منتقل ہوگیا ہے۔یقیناً غلط پالیسیوں اور"ویل کی نماز"ادانہ کرنے پر"کاویلے کی ٹکریں"مارنی ہی پڑتی ہیں مگرابھی امید ہے کہ بہتری آجائے گی۔

تحریر:سہیل احمدلون

sohailloun@gmail.com

08-11-2015